۸۱ واں باب

وحی کی پیروی کرو اور اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!

۴۷۶ میں کھڑا ہوں تمھیں پکارنے کے لیے!

۴۷۷ نبی ﷺ کی بنیادی دعوت

۴۷۹ بے مقصد زندگی گزارنے والے دنیا کے بندے اور اُن کا انجام

۴۸۰ بغاوت و نافرمانی کے باوجود، منکرین پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

۴۸۲ غیر اللہ کی عبادت و پرستش خلافِ عقل ہے

۴۸۲ انسانوں کے درمیان مختلف مذاہب اور فرقے کیسے بنے

۴۸۴ حَیٰوۃِ الدُّنیا کی ایک مثال

۴۸۴ حقیقی اور کامل عیش صرف آخرت والی جنتوں میں ہے

۴۸۵ جھوٹے معبود کہیں گے: تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے

۴۸۶ اے اہلِ مکہ توحید ربوبیت کو مانتے ہو، اُس کی اُلوہیت کو بھی تسلیم کرلو

۴۸۷ منکرین کا اعتراض: یہ کتاب محمد [ﷺ] کی اپنی تصنیف ہے

۴۸۸ اہلِ مکہ پر اتمامِ حجت کی طرف اشارہ

۴۸۹ منکرین کی جانب سے عذاب کی دھمکی کو پورا کر دکھانے کا مطالبہ

۴۹۰ چیزوں کو حرام یا حلال قرار دینا، صرف اللہ کے اختیار میں ہے

۴۹۲ اے نبیؐ! اپنے مخاطبین کو نوح علیہ السلام کی سرگزشت سُناؤ

۴۹۳ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی سرگزشت

۴۹۷ قبولیت ایمان کے باب میں اللہ کی مشیت اور سنت

۴۹۸ اے نبی! منکرین سے کہیے کہ تمھارے خداؤں کا منکر ہوں

۴۹۹ وحی کی پیروی کرو اور اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!

۸۱واں باب

وحی کی پیروی کرو اور اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!

سُوْرَۃُ یُوْنُس

میں کھڑا ہوں تمھیں پکارنے کے لیے!

آغازِ کلام میں اُن لوگوں کو جنھوں نے اس اخلاص کی دعوت کو ٹھکرا دیا ہے پھر ایک بار بہت ٹھنڈے انداز سے پکارا جا رہا ہے، نادانوں کی فہمایش میں ایسے مقام آتے ہیں۔ اولاد اگر بڑی غلطیاں کرے اور طویل عرصے بھی والدین کی بات نہ مانے تو بے شمار مرتبہ شدید ڈانٹ ڈپٹ کے بعد بھی ایسے مواقع آتے ہیں کہ اُن کو ٹھنڈے ماحول میں بغیر کسی ڈانٹ ڈپٹ کے سمجھایا جاتا ہے۔ سورۃ یونس اسی انداز کی قرآن مجید کی ایک سورۃ ہے۔ قرآن کوئی ٹیکسٹ بک تو نہیں کہ جو قاعدہ یا مضمون ایک مرتبہ زیرِ بحث آگیا وہ دوبارہ نہیں آتا، یہ تقاریر و خطبات کا مجموعہ تو ایک زندہ تحریک کے مختلف ادوار کے درمیان موقع و مناسبت کے لحاظ سے نازل ہونے والا کلام ہے جس میں بار بار بہت ساری باتوں کا احوال کے پسِ منظر میں اعادہ ہوتا ہے، ہر مرتبہ جب کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ پچھلی مرتنہ جو کہا تھا اُس کو یاد کر لو۔

ایک سیاسی لیڈر اپنی ایک مہم میں ایک پالیسی کو لے کر چل رہا ہوتا ہے، مختلف مقامات پر مختلف پسِ مناظر میں اُس کے سامنے سوالات کیے جاتے ہیں اور اُسے اپنی پارٹی کی پوزیشن یا اُس موضوع پر پالیسی بیان دینا ہوتا ہے تو وہ جلسوں میں اپنے سامعین سے، پریس کانفرنسز میں مختلف صحافیوں کے تیکھے سوالوں کے جواب میں اور اُس کو اپنی ہی پارٹی کے کم اور زیادہ سمجھ والے ممبرز کے سامنے سوالات و اعتراضات کے جواب دینے ہوتے ہیں، ہر جگہ ایک ہی پارٹی لائن، ایک ہی بنیادی فلسفہ وہ مختلف انداز سے پیش کرتا ہے، یہ اُس کے لیے بالکل نامناسب ہے کہ وہ اپنے سابقہ بیانات اور جوابات کا حوالہ دے کر کہے کہ اُس کو دیکھ لیا جائے اور موقع پر اُٹھے ہوئے ایشو کو نظر انداز کر دے۔

اس خطبے [سُوْرَۃُ یُوْنُس] میں آپ بیشتر وہ باتیں پائیں گے جو بہ اندازِ دگر پہلے آچکی ہیں لیکن اِن میں تازہ ہوا کے جھونکوں کی مانند ایک ندرت ہے۔ آج بھی سارے غیر مسلم انسانوں کو سمجھانے کے لیے ویسی ہی

تازہ جیسا کہ یہ اُس وقت تھی جب روح الامین ؑ نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر اس کو القا کر رہے تھے اور سارے مطیعِ فرمان مسلمانوں کے لیے جو اس دین کو زندہ کرنا چاہتے ہیں بہت ہی بر محل، یقین و ایمان کو تازہ کرنے والی، اُس دور سعید کی جدوجہد کے نقوش کو سامنے لانے والی اور جذبات کو جِلا دینے والی ہے۔ آیئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں:

۸۴: سُوْرَۃُ یُوْنُس [۱۰ — ۱۱: یعتذرون]

سُوْرَۃُ یُوْنُس میں بات کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ یہ لوگ [اہلِ مکہ] ایک فرد [محمد ﷺ] کے اس آفاقی پیغام کو پیش کرنے پر کیوں حیران ہیں کیوں اس پر جادو گری کا الزام ہے؟ گویا سوال ہے کہ کیا دنیا میں حقیقی اور ٹھوس باتوں کو جادو کے سپرد کیا جاتا ہے[۲۶۵]؟ حالاں کہ جو بات وہ پیش کر رہا ہے سیدھی سادھی عقل کو اپیل کرنے والی ہے اس میں کھیل تماشے یا جادو کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ وہ تمھارے سامنے تین سادہ سی باتیں رکھ رہا ہے، وہی اُس کی بنیادی دعوت ہے۔

نبی ﷺ کی بنیادی دعوت

۱. پہلی یہ کہ وہی ایک ہستی جو کائنات کی خالق اور منتظم ہے، وہی ہستی سب کی مالک و آقا ہے، بس اُسی کی اطاعت وعبادت روا ہے۔

۲. دوسری یہ کہ میں [محمد ﷺ] اُس ہستی [خالق کائنات] کا اس دنیا میں نمائندہ ہوں اور میرے پاس اُس کی کتابِ ہدایت آتی ہے۔

۳. تیسری یہ کہ اس دنیا کی زندگی کے اختتام کے بعد عالمِ آخرت میں سب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے جہاں اس زندگی کا حساب ہو گا۔

یہ تینوں امور، جو اللہ کا رسول ؐ تمھارے سامنے پیش کر رہا ہے، خواہ تم مانو یا نہ مانو، امرِ واقعی ہیں۔ وہ تمھیں

---

۲۶۵ کیا کبھی کسی پولیس اسٹیشن میں کسی جادو گر کے خلاف قتل یا چوری کی رپورٹ درج ہوتی ہے؟ کیا کبھی ایک بادشاہ دوسرے ملک پر جادو کے زور سے قبضہ کرتا ہے۔ کیا کبھی الیکشن ہارنے والے امیدوار نے دوسرے امیدوار پر یہ الزام لگایا ہے کہ جادو کے زور سے عوام کو مسحور کیا گیا یا جادو سے بیلٹ پیپر اپنے حق میں تبدیل کرا لیے، کبھی کسی سیاسی لیڈر نے مخالف لیڈر کی جادو گری کے خلاف دھرنا دیا اور بھوک ہڑتال کی ہو؟

دعوت دیتا ہے کہ تم انھیں مان لو اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق بنالو۔ اس کی یہ دعوت اگر تم قبول کروگے تو تمھارا اپنا انجام بہتر ہوگا ورنہ خود ہی بُرا نتیجہ دیکھو گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ال ر، یہ حکمت و دانش سے لبریز کتاب [قرآن] کے مندرجات ہیں۔ کیا لوگ اس بات پر حیران ہیں کہ ہم نے خود انھی میں سے ایک آدمی پر وحی کی کہ لوگوں کو آیات کے ذریعے سے دینِ حق اور ہماری ہدایات و تنبیہات سے مطلع کرو، جو سرِ تسلیم خم کریں ان کو اُن کے رب کے پاس [آخرت میں] بڑی عزت و مرتبے کی خوش خبری دو، بس یہ وہ بات ہے جس پر اس شخص کی رسالت کے منکرین نے کہا کہ یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے! مفہوم آیات ۱تا۲

اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت، اُلوہیت اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لوگو! حقیقت یہ ہے کہ تمھارا مالک و پالن ہار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں[۲۶۶] میں پیدا کیا، پھر وہ معاملات کا انتظام سنبھالے عرش پر تخت نشین ہوا۔ اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش[۲۶۷] کا یارا نہیں۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، پس تم اُسی کی اطاعت اور پوجا[۲۶۸] کرو۔ کیا تم عقل و ہوش سے کام نہ لوگے؟ مفہوم آیت ۳

اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور اُلوہیت کو خوب کھول کر بیان کرنے کے بعد اپنے اسماء و صفات و کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتے ہیں:

اس زندگی کے بعد اُسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے، یہ اللہ کی جانب سے پکا اعلان اور سچا وعدہ ہے۔ بلاشبہ تمھاری پیدائش کی وہی ابتدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ایمان لاکر نیک اعمال کرنے والوں کو عدل و انصاف کے ساتھ

---

۲۶۶ وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ ۸ اور حاشیہ ۹، روح الامین کی معیت میں کاروان نبوت، جلد چہارم صفحہ ۴۱

۲۶۷ ہر دور میں، ماضی میں بھی اور آج بھی، مشرکانہ عقائد اور مزاج رکھنے والے لوگ یہ بے ہودہ گمان رکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اس مرتبے کے ہوتے ہیں کہ اللہ اُن کی کوئی بات نہ ٹالتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں سفارش عموماً آخرت میں گناہوں سے بریت، جہنم سے چھٹکارے اور جنت میں داخلے کے علاوہ دنیاوی کاموں کے لیے مانگی گئی دعاؤں کی قبولیت کے لیے اللہ سے دعا یا کلمہ خیر ہی نہیں بلکہ دباؤ [نعوذُ باللہ] تک کے معنوں میں لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں سفارش کی حقیقت کو واضح فرمارہے ہیں۔

۲۶۸ عبادت کا لفظ وسیع معانی رکھتا ہے، جس میں کامل اطاعت و بندگی کے ساتھ مراسم عبودیت جیسے معبود کی خوشنودی کے لیے سجدہ، قربانی، خیرات وغیرہ شامل ہیں۔

بہترین بدلہ دے، اور جنھوں نے رسولوں کا انکار کیا وہ اُبلتا اور کھولتا پانی پییں اور انکارِ حق کے سبب دردناک سزا بُھگتیں۔
وہی [۲۶۹] ہے جس نے سورج کو تاباں بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک ٹھیک ٹھہرا دیں تاکہ تم اُس سے برسوں کا شمار اور تاریخوں کا حساب [۲۷۰] معلوم کرو، اللہ نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے اُن لوگوں کے لیے جو حقیقت کے عِلم کی طلب رکھتے ہیں۔........ مفہوم آیات ۴تا۵

بے مقصد زندگی گزارنے والے دنیا کے بندے اور اُن کا انجام

اگلی آیات میں دنیا پرستوں کا ذکر ہے، جو لوگ زندگی بعد موت کو بھلا کر دنیا ہی میں مست ہو جاتے ہیں اور اُسی کو اپنی منزل اور اُسی کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیتے ہیں۔ یہ ایسے ہیں جو ہر دم و ہر آن دنیا اور اُس کے مزوں کے پیچھے بھاگتے رہے۔ دنیا اُنھیں جس بھی جائز و ناجائز طریقے سے حاصل ہوئی لپک کر اُسے دبوچ لیا۔ دنیا کی چمک اِنھیں جہاں کہیں بھی دکھائی دی یہ اُس کی طرف دیوانہ وار دوڑ پڑے۔ اُن کے ارادوں اور نیتوں کا محور دنیا ہی بنی رہی۔ اِن کے افکار و اعمال کا تانا بانا دنیا کے سود و زیاں سے ہی مرکب ہوا۔ وہ یہی گمان کرتے رہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور دنیا کو چھوڑ کر اُنھیں کسی اور منزل کی طرف نہیں جانا اور اُس کٹھن سفر پر جانے کے لیے اُنھوں نے کوئی زادِراہ اکٹھی نہ کی۔

بے شک رات اور دن کے پیہم آنے جانے میں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین اور آسمانوں [ساری کائنات] کی تمام چیزوں میں اللہ کی خلّاقیت، اور خالق کی بے پایاں قدرت کی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غلط روی سے ڈرنے والے راست باز لوگ [متقی] ہیں۔ اِن لوگوں کے مقابلے میں وہ لوگ جو آخرت میں ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور اِسی دُنیا کی زندگی پر ہی قانع اور مطمئن ہو گئے ہیں، اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، اُنھیں کا آخری ٹھکانہ جہنم ہو گا اُن بداعمالیوں کی سزا میں جو وہ اپنی بے بصیرتی اور بدعقیدگی کی وجہ کرتے رہے۔........ مفہوم آیات ۶تا۸

۲۶۹ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور اُلوہیت کو متحقق کرنے کے بعد اپنے اسماء و صفات و کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتا ہے جو تمام آفاق یعنی سورج، چاند، زمین و آسمان اور تمام کائنات میں پھیلی ہوئی مخلوقات پر محیط ہے اور آگاہ فرماتا ہے کہ یہ نشانیاں اُن لوگوں کے لیے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

۲۷۰ شمسی اور قمری تقویم اور برسوں کے حساب پر اس کتاب کی پچھلی جلد میں ایک مکمل باب دیا گیا ہے، دیکھیے ۶۳واں باب، صفحہ ۱۹۷ تا ۲۳۲ جلد چہارم، کاروانِ نبوت۔

اللہ کے مطیع اور آخرت پر نظریں جما کر زندگی گزارنے والے

اللہ تعالیٰ بے مقصد زندگی گزارنے والے دنیا کے بندوں کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد، اطاعت کرنے والے اہلِ ایمان کا ذکر کرتے ہیں جو جنتوں میں ٹھہرائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو نعیم [نعمتوں والی] کی طرف مضاف کیا ہے، کیوں کہ جنت ہر طرح سے کامل نعمتوں پر مشتمل ہو گی۔ قلب کو فرحت و سرور، اللہ کا دیدار، دوستوں اور عزیزوں سے ملاقاتوں، ....خوش کن مناظر کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اہلِ جنت کو جب کھانے پینے کی خواہش ہو گی [تو کہیں گے [سبحانک اللھم] اور ان کے سامنے اُسی وقت کھانا حاضر ہو جائے گا۔ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اُن کی آخری بات یہ ہو گی الحمدللہِ رب العالمین تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں

اِن بے بصیرت منکرین کے بر خلاف، وہ لوگ جنھوں نے رسولوں کی پیش کردہ صداقتوں کو قبول یا اور نیک اعمال کرتے رہے اُن کا پروردگار اُنھیں قبولیتِ ایمان کی بدولت آخرت کے نعمتوں بھرے باغات کی جانب ہدایت بخشے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اِن جنّتوں میں تو بس اُن کی یہی ایک صدا ہو گی کہ اے اللہ تو شرک کی ہر تہمت سے پاک ہے اور اُن کا آپس میں استقبال سلامت سلامت کی پکار سے ہو گا اور اُن کی ہر محفل کا اختتام اِس پر ہو گا کہ ساری تعریفیں اور شکر یے اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہیں۔ .... مفہوم آیات ۹تا۱۰

بغاوت و نافرمانی کے باوجود، منکرین پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

اگر اللہ لوگوں کے لیے سزا کے بُرے معاملے میں ویسی ہی عجلت کرتا جو اُن کے ساتھ رحم کے معاملے میں کرتا ہے تو اِن منکرین کی مہلتِ عمل کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی مگر چوں کہ ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے اس لیے ہم اُن لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، اُنھیں اُن کی سرکشی میں سرگرداں اور بھٹکنے[۲۷۱] کے لیے ڈھیل دے دیتے ہیں۔ مفہوم آیت ۱۱

اس سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہے کہ انسان اپنی غرض پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی غرض پوری کر دے تو پھر وہ اپنے رب کے حقوق کی طرف نہ دیکھے، گویا کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق نہیں، یہ شیطان کا آراستہ کرنا ہے، شیطان ان تمام چیزوں کو مزین کرتا ہے جو انسانی عقل و فطرت کے مطابق انتہائی بُری اور قبیح ہیں۔

---

۲۷۱ الفاظ، اللہ کی خفگی کو اور حجت کے تمام ہونے کے مرحلے کو ظاہر کر رہے ہیں۔

اپنے رب کے ساتھ انسان کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو لیٹے، بیٹھے یا کھڑے ہر پہلو سے آہیں بھرتا ہم کو پُکارتا ہے، مگر جب ہم اُس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ایسے چل دیتا ہے کہ گویا اُس نے مصیبت میں ہمیں کبھی پُکارا ہی نہ تھا۔ اِس طرح حدود کو پامال کرنے والوں کے لیے ان کی بداعمالیاں خوش نما بنا دی گئی ہیں۔ ....
.... مفہوم آیت ۱۲

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو اُن کے کفر و ظلم کی بنا پر تباہ کر دیا۔ رسولوں کے توسط سے اِن کے پاس واضح دلائل آئے اور اِن کے سامنے حق واضح ہو گیا، مگر اُنھوں نے حق کو تسلیم نہ کیا اور وہ ایمان نہ لائے، اللہ تعالیٰ نے اِن پر عذاب نازل کر دیا جو کسی مجرم اور اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والے سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ تمام قوموں میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے، فرمایا:

لوگو! اس زمین پر تم سے پہلے آباد تہذیبوں کو ان کے شرک اور طغیان کے سبب ہم نے ہلاک کر دیا۔ اُن کے رسول اُن کے پاس کھُلی کھُلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایمان لانے والے نہ بنے۔ [اِن برباد قوموں کے کھنڈرات اس پر شاہد ہیں کہ] کس طرح مشرکین و منکرین کو ہم سزا دیا کرتے ہیں۔ اب اُن کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا ہے، تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ .... مفہوم آیات ۱۳تا۱۴

اللہ اپنے رسول محمد ﷺ کے خلاف منکرین کے تعصب اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ تکذیب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بالیقین یہ کتمانِ حق کے مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

یہ قرآن اور یہ دین ناقابلِ ترمیم ہے

اِن گزری برباد قوموں کے مانند لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے۔ [۲۷۲] جب قرآن سے ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ اِس قرآن کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اِس میں کچھ ترمیم کرو۔ اے محمدؐ، ان سے کہو کہ میری یہ مجال نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اِس میں کوئی تبدیلی کروں، میں تو بس اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اے محمدؐ کہو، اگر اللہ چاہتا تو میں یہ قرآن تمھیں کبھی نہ سُناتا اور اللہ تمھیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں نے ایک عمر تمھارے درمیان گُزاری ہے [کیا تم نے مجھے کبھی نبوت اور کتاب کی باتیں کرنے والا یا ایسی باتوں کی تیاری کرنے

۲۷۲ سردارانِ مکہ کی جانب اشارہ ہے جو شدت کے ساتھ آپ کی رسالت اور آخرت کا انکار کر رہے تھے۔

والا پایا تھا]، کیا تم معمولی سی سمجھ بوجھ سے بھی کام نہیں لیتے؟ اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ معاملہ دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ ہے، جو ایک جھوٹی بات اپنے دل سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسُوب کرے یا وہ جو اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے۔ اب بات صاف ہے، بالیقین کتمانِ حق کے مجرم [۲۷۳] کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ ..... مفہوم آیات ۱۵ تا ۱۷

غیر اللہ کی عبادت و پرستش خلافِ عقل ہے

اگلی آیات میں غیر اللہ کی عبادت و پرستش کی بے حقیقتی اور خلاف عقل ہونے کا بیان ہے:

یہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور بلا دلیل کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں! اے محمدؐ، ان سے کہو" کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اس کو خود پتہ نہیں، جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟ شرک کی اس تہمت سے وہ پاک ہے اور بلند و برتر ہے اُس شرک سے [۲۷۴] جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ .... مفہوم آیت ۱۸

انسانوں کے درمیان مختلف مذاہب اور فرقے کیسے بنے

شروع میں سارے انسان ایک ہی صحیح دین پر قائم امت تھے، پھر انھوں نے اختلاف کیا مختلف عقیدوں سے منسلک مختلف مذاہب بنالیے۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر لی گئی ہوتی [کہ صحیح انتخاب کے لیے امتحان ہوگا، مہلت ملے گی اور فوری مواخذہ نہ ہوگا] تو پھر باہم اختلافات کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور یہ جو منکرین کہتے ہیں کہ اِس نبیؐ پر اس کے

---

۲۷۳ سردارانِ مکہ بڑے ذہین تھے، آپ ﷺ کی زندگی اور قرآن کے دلائل بہت واضح تھے، آخرت، توحید اور رسالت کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اُن کے ذہنِ رسا میں اُترتی نہ ہو۔ جو بات اُن کو ہضم نہ ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ اپنے ہی شہر کے ایک آدمی کو جو دنیا کے اعتبار سے اُن کا ہم پلہ نہ تھا کیوں کر اس کائنات کے خالق و مالک کا نمایندہ مان کر اپنی سرداری اور اُس کے مقابلے میں اپنی بڑائی سے ہاتھ دھولیں اور پھر پوری زندگی نفس کی بندگی کے بجائے وحی کی ہدایت کے مطابق اس پیغمبر کی رہنُمائی میں تقوے اور پارسائی سے گزاریں۔ آئمۃ الکفّار کا اصل جرم اُس حق کا کتمان تھا جو اُن پر واضح ہو گیا تھا مگر انسان عالم فریبی سے زیادہ خود فریبی میں مبتلا ہوتا ہے اور ایک ایسی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ سارے عالم کو بے وقوف بنانے کے لیے ضمیر کو دبا کر حق کے خلاف دلائل دیتا ہے اور خود اپنے نفس کا قائل ہو جاتا ہے۔

۲۷۴ اللہ، شرک کی اس تہمت سے بہت بلند و برتر ہے کہ اللہ پر کسی سفارشی کا ایسا زور ہو کہ اپنے سارے نذر گزاروں، مریدوں اور ماننے والوں کو جنت میں زبردستی داخل کرائے بغیر نہ ٹلے

رب کی طرف سے کوئی نشانی [جو انھیں ایمان لانے پر مجبور کرتی] کیوں نہ اُتاری گئی، تواِن سے کہو کہ یہ تو غیب کے معاملات ہیں اور غیب کا مالک و مختار تو اللہ ہی ہے، اچھا، اب اس دعوت کے اور اس کی مخالفت کے انجام کا انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔......................... مفہوم آیات ۱۹تا۲۰

لوگ عذاب کی نشانی مانگتے ہیں، اور حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب اُن کو اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملے میں حیلے بہانے بنانے شروع کر دیتے ہیں۔ انھیں بتاؤ کہ اللہ اپنی تدبیروں میں تم سے زیادہ تیز ہے، اُس کے فرستادے تمھاری سب مکّاریوں کو نوٹ کر رہے ہیں۔ .... مفہوم آیت ۲۱

سمندری طوفان میں پھنسے مسافروں کا روّیہ

جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے بارے میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا کہ تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور تنگ دستی کے بعد فراخی کے وقت اِن کا کیا حال ہوتا ہے۔ تو اب اُن کی اِس حالت کا ذکر فرماتا ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ اِن کی وہ حالت ہے جب وہ سمندر کے اندر سفر کرتے ہیں اور سمندر سخت جوش میں ہوتا ہے اور اِن کو اس کے انجام کا خوف ہوتا ہے، اس کے بعد اگلی آیہ کریمہ میں منکرین کو سرکشی اور بدعمالیوں پر جمے رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

دیکھو کیا ایسا نہیں ہوتا کہ وہی اللہ جو تم کو خشکی اور تری میں سفر کراتا ہے۔ چناں چہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر ہوا کے موافق رُخ پر خوشی خوشی جا رہے ہوتے ہو اور دفعۃً طوفانی ہوا کے جھکّڑ آتے ہیں اور تم پر ہر جانب سے موجوں کے تھپیڑے ٹکراتے ہیں اور مسافر گمان کرتے ہیں کہ ہم ہلاک ہوئے تو وہ خالص ایک اللہ کی اطاعت کا عہد کرتے ہوئے اُسی سے دعائیں مانگتے[۲۷۵] ہیں کہ اگر تُو نے ہم کو اِس طوفان کی مصیبت سے نجات دے دی تو ضرور بالضرور ہم شُکر گزار بندے بنیں

---

۲۷۵ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان الدعاء ھو العبادۃ [ترمذی] یعنی بے شک دعا ہی عبادت ہے۔ مشرکین عام حالات میں اپنے من گھڑت مشکل کشا اور حاجت روا معبودوں لات، منات، عزیٰ وغیرہ وغیرہ سے دعائیں مانگتے یا اُن کے توسط سے اللہ سے دعائیں مانگتے تھے، جیسا کہ اُن کا نظریہ تھا: ..... اللہ براہِ راست اُن کی سنتا نہیں اور اِن 'بزرگوں' کی ٹالتا نہیں.... مگر جب جان پر بنتی تھی اور کشتی ڈوبنے لگتی تھی تو خالص اللہ ہی سے دعائیں مانگتے تھے، اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اسی روّیے کا ذکر کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں شرک کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ عین میدانِ جنگ میں جہاں لوہے سے لوہا ٹکراتا ہے، سر اچھلتے اور سینے چاک ہوتے ہیں وہاں بھی لوگ اللہ کے بجائے اپنے ٹھیرائے ہوئے غیر اللہ کو مشکل کشائی کے لیے پکارتے

مگر طوفان کی اس مصیبت کے بعد اللہ جب اُن کو اپنی رحمت سے بچالیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منہ موڑ کر حیلے بہانے بناتے ہیں اور زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمھاری سرکشی کا وبال تمھارے ہی اوپر آنے والا ہے۔ دُنیا کے عارضی مزے مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہیں، اُٹھالو، پھر ہماری ہی طرف پلٹ کر تمھیں آنا ہے، تواُس وقت ہم تمھیں تمھاری کارگُزاری سے آگاہ کریں گے۔.. مفہوم آیت ۲۲تا ۲۳

حَيٰوةِ الدُّنْيَا کی ایک مثال

حَيٰوةِ الدُّنْيَا کو ایک مثال سے سمجھایا جا رہا ہے، دنیا کی لذّات و شہوات اور اس کا مال و جاہ، دنیا کے حریص بندے کے لیے بہت پر کشش ہے اگرچہ اس کی چمک دمک بہت تھوڑے وقت کے لیے ہے۔ عمر گزرنے کے ساتھ جب دنیا مکمل ہو جاتی ہے تو مضمحل و خستہ ہو کر اپنے جمع کرنے والے سے کسی حادثے میں چھن جاتی ہے، لوگ چھین لیتے ہیں یا صحت کی خرابی اُس سے لطف اندوز نہیں ہونے دیتی اور یہ سب کچھ نہ ہو تب بھی ایک دن دنیا کو جمع کرنے والا، اسے چاہنے والا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، انجام کار بندہ دنیا سے یوں خالی ہاتھ جاتا ہے کہ اس کا دلِ حزیں حسرت سے لبریز ہوتا ہے۔

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی حقیقت ہی کیا ہے، اِس کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی نباتات خوب ہی اُگیں، جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں، خُوب گھنی ہو گئی پھر عین اُس وقت جب کہ زمینیں [کھیتیاں] اپنے پورے بناؤ سنگھار سے تیار کھڑی تھیں اور اُن کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب فصلیں اِن کے ہاتھ میں ہیں، مگر اُن کی توقعات کے برعکس دفعتاً ہمارا قہر رات کو یا دن کو اُن کھیتیوں پر برس گیا، ہم نے اُن زمینوں کو ایسا غارت کر کے رکھ دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس طرح ہم آفاق میں اپنی نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سوچنے سمجھنے والے ہوں۔.. مفہوم آیت ۲۴

حقیقی اور کامل عیش صرف آخرت والی جنتوں میں ہے

اللہ تعالیٰ نے جنت کو 'دار السّلام' کے نام سے موسوم کیا ہے، اس لیے کہ یہ تمام آفات اور نقائص سے محفوظ ہے اور اس کی نعمتیں کامل، ہمیشہ باقی رہنے والی اور بہر طور خوب صورتی کے کامل ترین معیار پر ہیں۔ اگلی آیت میں ہمیشہ باقی رہنے والے اِس گھر کا شوق دلایا جا رہا ہے۔

اور اُس ہی کی دہائی دیتے ہیں، اللہ کم ہی یاد آتا ہے! اور یہی حال دیگر مصیبتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کا ہے۔

لوگو! تم بھس بن جانے والے سبزے کی مانند اس ناپائیدار زندگی سے دھوکہ کھا رہے ہو جس کے مقابلے میں اللہ تمھیں ابدی غیر زوال پذیر سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ اُس کے لیے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی جانب ہدایت دیتا ہے۔ جن لوگوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے اچھا بدلہ ہے اور فضلِ مزید[۲۷۶] بھی۔ ان خوش نصیبوں کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت۔ یہ ہیں جنّت والے، یہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ ...... مفہوم آیات ۲۵ تا ۲۶

اصحاب جنت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا ذکر فرمایا کہ اِن کی کل کمائی جس کا اُنھوں نے دنیا میں اکتساب کیا، بُرے اعمال ہیں جن پر اللہ سخت ناراض ہے۔

اس کے برعکس جن لوگوں نے بُرائیاں کمائیں وہ ویسی ہی سزا پائیں گے جیسی کہ برائیاں اُنھوں نے کیں، ذلّت ان پر چھائی ہو گی، کوئی ان کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا نہ ہوگا، ان کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہو گی جیسے اندھیری شب کے سیاہ ٹکڑوں سے ڈھانپے ہوئے ہوں، وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ .... مفہوم آیت ۲۷

جھوٹے معبود کہیں گے: تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے

[مشرکین آج جس طنطنے میں اپنی مشرکانہ جاہلیت پر عقلیات اور فلسفے کا ملمّع چڑھا رہے ہیں، ذرا اُس روزِ محشر قائم ہونے والی عدالت کو تصوّر و خیال میں لائیں] جب ہم سب کو ایک ساتھ جمع کریں گے، اور مشرکین سے کہیں گے کہ تم بھی اور تمھارے بنائے ہوئے شریک بھی [عابدین اور معبودین دونوں] اپنی جگہ ٹھہرے رہیں، پھر ہم ان دونوں گروہوں کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ[۲۷۷] ہٹا دیں گے تو ان کی شریک ٹھیرائی ہوئی شخصیات اور ہستیاں کہیں گی کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے [ہمیں ایسی کسی بات کا علم نہیں]. .... مفہوم آیت ۲۸

---

۲۷۶ 'مزید' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ پر انوار کا دیدار، اس کے کلام مبارک کا سماع، اس کی رضا کا فیضان اور اس کے قرب کا سرور ہے۔

۲۷۷ آج مشرکین [عابدین] اور اُن کے معبودوں کے درمیان اجنبیت اور بے خبری کا ایک پردہ ہے، معصوم مسیح علیہ السلام کو کیا معلوم کہ اہلِ کتاب کا ایک گروہ اُن کو اُلوہیت کے مقام پر بٹھا کر اُن سے دعائیں کرتا اور اُن کی نذر و نیاز کرتا ہے، اسی طرح کسی دوسرے نبی، ولی یا بزرگ کو کیا معلوم کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کو مشکل کشا یا داتا اور دستگیر بنا لیا ہے اور اُن سے ویسے ہی التجائیں اور دعائیں کی جاتی ہیں اور اُن کے لیے نذر و نیاز کی جاتی ہے جو صرف اللہ کا حق ہے۔ اسی طرح لکڑی اور پتھر کے بت اور گائے اور گھوڑوں کو کیا پتا کہ اُن کو معزز اور محترم جان کر اُن کو خدا بنا لیا گیا ہے اور اُن کے آگے اُن کے پجاری

اللہ سے پوچھ لو وہ ہمارے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے کہ تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو ہم تمھاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔ اُس وقت ہر شخص اپنے اعمال کا مزا چکھے گا، سب لوگ اپنے حقیقی مولا کے حضور پیش کیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے ہوا ہو جائیں گے۔............ مفہوم آیات ۲۹ تا ۳۰

اے اہلِ مکہ توحید ربوبیت کو مانتے ہو، اُس کی اُلوہیت کو بھی تسلیم کر لو

اگلی آیات میں اہلِ مکہ کی توحید ربوبیت کے اقرار کو، اِن کی توحید اُلوہیت کے انکار پر حجت بناتے ہوئے اُن کے شرک کی غیر معقولیت کو مبرہن کیا جا رہا ہے۔

اے محمدؐ! اللہ کو چھوڑ کر اُس کے شریک بنانے والوں سے پوچھو:

کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟

کون ہے جس کے اختیار میں تمھارے دیکھنے اور سننے کی قوتیں ہیں؟

کون ہے جو بے جان میں سے جان دار کو اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟

کون ہے جو اِس ساری کائنات کا انتظام کر رہا ہے؟

وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ تو الزامی حجت کے طور پر اُن سے کہو کہ کیا تم اس اللہ سے ڈرتے نہیں؟ حق یہی ہے کہ اللہ تمھارا اصلی رب ہے، تو حق کے بعد گمراہی کے سوا بچا کیا ہے، سنو، کہیں تمھاری عقل تو نہیں الٹ گئی ہے؟ اے نبیؐ، دیکھو اس طرح تیرے رب کی بات، نافرمانی اختیار کرنے والوں پر پوری ہو گئی کہ وہ مان کر نہ دیں گے۔ .. مفہوم آیت ۳۱ تا ۳۳

اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودانِ باطل کی بے بسی اور اِن کے اِن صفات سے محروم ہونے کا جو معبود گردانے جانے کے موجب ہیں، ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ویسے ہی آداب بجا لاتے ہیں جو اللہ کے سامنے بجا لانے چاہییے تھے۔ قیامت کے روز پوجنے والے اور جن کو پوجا گیا تھا اُن کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ جن کو معبود بنایا گیا تھا جب وہ اپنے عابدین/پجاریوں کو دیکھیں گے تو وہ اس بات سے صاف انکار کر دیں گے کہ اُنھیں کبھی پوجا بھی گیا تھا، اُن کی یادداشت میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس طرح پجاریوں کو اپنی حقیقت معلوم ہو گی کہ وہ بچارے جن کو اتنا صاحبِ اختیار و تصرف سمجھتے تھے وہ بچارے تو اس بات تک سے بے خبر تھے کہ اُن کے نام کی دُہائیاں دی جا رہی ہیں اور اُن سے دعائیں مانگی اور منتیں مانی جا رہی تھیں۔

ذرا، روکو اور اِن سے پوچھو، تمھارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو پیدائش کا آغاز بھی کرتا [رحمِ مادر میں نطفے سے لوتھڑا بناتا] ہو اور پھر پیدائش کے عمل کی تکمیل کے بعد اُس کو مرے پیچھے دوبارہ زندہ بھی کرے گا؟.......... کہو وہ صرف اللہ ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور اس تخلیق کو پھر سے دہرائے گا۔ ارے یہ اللہ کو چھوڑ کر تم کہاں اوندھے پڑے ہو؟ اِن سے پوچھو تمھارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں [باباؤں اور کاکاؤں] میں کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو [رسول بھیجتا اور کتابیں نازل کرتا ہو]؟۔۔۔۔۔۔ بتاؤ کہ وہ تو صرف اللہ ہی ہے جو حق کی طرف رہ نمائی کرتا ہے۔ پھر بھلا بتاؤ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اطاعت و پیروی کا زیادہ مستحق ہے یا وہ جو بغیر رہ نمائی کے خود راہ نہیں پاتے؟ تو تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا فیصلہ کرتے ہو! اے محمدؐ، اصل بات یہ ہے کہ ان منکرین میں سے اکثر اٹکل اور گمان [۲۷۸] کے پیچھے چل رہے ہیں اور گمان، حق [کامل یقینی بات] کی جگہ کام نہیں آسکتا اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ .... مفہوم آیات ۳۴ تا ۳۶

منکرین کا اعتراض: یہ کتاب محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کی اپنی تصنیف ہے

اللہ رب العالمین کی جانب سے یہ سورۃ، روح الامین وادی نخلہ میں نبی کریم کے سینہ مبارک پر القا کر رہے ہیں۔ جن جسمانی اور ذہنی کرب سے آپ گزر رہے ہیں، اُن کا اس سورۃ میں کوئی پرتو ہی نظر نہیں آرہا۔ انسانی تحریر اس بات سے عاجز و قاصر ہے کہ اپنے اندر لکھنے والے کو ظاہر نہ کرے۔ یہ سورۃ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کسی دوسری ہستی کا کلام ہے۔ یہ ایک دلیل ہے خود اس سورۃ کے نزول سے۔ اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ منکرین کے دیگر ابہامات کے ساتھ اس تصنیف کے بارے میں منکرین کے اعتراضات پر گفتگو فرماتے ہیں:

اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کے بغیر بالا ہی بالا گھڑ لیا گیا ہو بلکہ اُن پیشین گوئیوں کی تصدیق ہے جو اس کی آمد سے قبل [آسمانوی کتب میں] موجود ہیں [وہ اصلی کتابِ الٰہی جس کے مختلف ایڈیشنز editions مختلف انبیاء پر نازل ہوتے رہے اور قرآن جس کا آخری ایڈیشن ہے] کی تفصیل ہے۔ اس کے سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہونے میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہے۔ .... مفہوم آیات ۳۷

اس کتاب کی تکذیب کرنے والے منکرین عناد اور تعدی کی بنا پر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے خود تصنیف کر لیا ہے! دراصل یہ مفسدین ہیں اِن فسادیوں کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ اگر اس جیسے کلام کی تصنیف

۲۷۸ ایسی باتیں یا خیالات، گمان کہلاتے ہیں جن کی کامل تصدیق نہ ہو۔

انسانی بس کی بات ہے تو چلو، اِس جیسی ایک سُورۃ ہی تصنیف کر لاؤ!۔ اللہ تعالیٰ ان کے فساد کی پاداش میں انھیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

کیالوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے!! اِن سے کہو، اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو ایک اللہ کے سوا جس جس کو مدد کے لیے بُلا سکو....... بلا لو....... اوراِس جیسی ایک سُورۃ تصنیف کر لاؤ! اصل معاملہ یہ ہے کہ جو چیز [آیاتِ قرآن مجید] اِن کی حدودِ علم میں نہ سمائی اور جس کی حقیقت ابھی اِن پر ظاہر نہیں ہوئی اُس کو انھوں نے پیغمبرؐ کی تصنیف کہہ کر جھُٹلایا[اور جان چھڑانی چاہی]۔ اِسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھُٹلا چکے ہیں تو دیکھو ظالموں کا کیا انجام ہُوا۔اے نبی اِن میں سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور کچھ نہیں لائیں گے اور تیرا ربّ اُن مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔... مفہوم آیات ۳۸تا۴۰

اہلِ مکہ پر اتمامِ حجت کی طرف اشارہ

[اے نبیؐ! تم نے بات پہنچانے کا حق ادا کر دیا] اب یہ تجھے جھُٹلائیں تو ان سے برملا کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، میں جو کچھ کرتا ہوں [میں تمھارے دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا] اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے تم اُس سے بَری ہو اور [اللہ سے بے خوف ہو کر] جو کچھ تم کر رہے ہو اُس کی ذمہ داری سے عنداللہ میں بَری ہوں [کہ میں بات پہنچا چکا ہوں]۔ مفہوم آیات ۴۱...

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب کی، چناں چہ فرمایا:

اے نبی غم نہ کرو، ان میں یقیناً وہ لوگ ہیں جو تیری باتیں سُنتے ہیں، مگر کیا تُو روحِ سماعت سے عاری بہروں کو سُنائے گا خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں [محض آواز کی لہریں کانوں سے ٹکراتی ہوں]۔ اِن میں وہ لوگ بھی ہیں جو تجھے سرگرم دعوتِ ایمان دیکھتے ہیں، مگر کیا تُو روحِ بصارت سے تہی اندھوں کو راہ دکھائے گا خواہ انھیں کچھ نہ سُوجھتا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔..................... مفہوم آیات ۴۲تا۴۴

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا نہایت سرعت سے ختم ہو جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ جس روز تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں، تو اُن کو یوں لگے گا گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں اور ان پر کسی نعمت یا تکلیف کے دن نہیں گزرے۔ فرمایا:

یہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے آج دُنیا کے عیش میں غرق ہیں مگر جس دن [یومِ قیامت] اللہ اِن کو جمع کرے گا تو یہی دُنیا کا عیش انھیں ایسا محسُوس ہوگا گویا وہ تو ایک لمحے کا معاملہ تھا۔ یہ ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں گے، اُس وقت یقین آجائے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھُٹلایا وہ درحقیقت سخت گھاٹے میں رہے اور ہر گزوہ ہدایت یاب نہ تھے۔اے نبیؐ، رسولوں کی تکذیب کے جِن بُرے نتائج کا ہم اِن سے وعدہ کر رہے ہیں ان کا کوئی حصہ ہم تیرے زندہ رہتے، آنکھوں کے سامنے دکھادیں یا تم کو وفات دیں اور پھر اِن پر اپنا عذاب کا وعدہ پورا کریں، بہر طور انھیں لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔ .... مفہوم آیات ۴۵تا۴۶

ہر گزشتہ اُمّت کے لیے ایک رسُول ہے، پھر جب اُن کا رسُول آجاتا ہے تو رسول کے ساتھ قوم کے روّیے کی بنیاد پر قوم کی زندگی یا موت کا فیصلہ انصاف کے ساتھ چُکا دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا[۲۷۹]۔ .... مفہوم آیات ۴۷

منکرین کی جانب سے عذاب کی دھمکی کو پورا کر دکھانے کا مطالبہ

منکرین کہتے ہیں کہ اے محمدؐ اگر تم سچے ہو تو تمھاری یہ عذاب کی دھمکی آخر کب پُوری ہوگی؟ اِن سے کہو کہ میرے اختیار میں خُود میرا اپنا نفع ونقصان بھی نہیں، سب کچھ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ ہر اُمّت کے لیے مہلت کی ایک مدّت ہے، جب اُس کا وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتا ہے نہ آگے۔ .... مفہوم آیات ۴۸تا۴۹

منکرین کی کیا حماقت ہے اور کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ فوری عذاب دکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا تو وہ ایمان لے آنے کا اعلان کریں گے مگر اس وقت ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

عذاب طلبی تو بڑی دیدہ دلیری ہے ان سے پوچھو کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات میں ٹوٹ پڑے یا دن میں آدھمکے تو بچاؤ کا

---

۲۷۹ رسولوں کی موجودگی میں قوموں کو عموماً ڈھیل ملتی ہے، کیوں کہ رسول باوجود اس کے کہ قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہے مگر اُس قوم کا سب سے بڑا ہمدرد اور خیر خواہ بھی وہی ہوتا ہے اور اللہ کے سامنے اُس کا بڑا سفارشی بھی ہوتا ہے۔ اِس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم سے اتنی محبت تھی کہ سورہ ہود میں جب قریش کو بار بار عذاب کی کھلی دھمکیاں دی گئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سورہ نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ رسول کی خیر خواہی کی ایک مثال ابراہیمؑ کا قومِ لوطؑ پر عذاب کے ٹالنے کے لیے اللہ سے اصرار ہے، تاہم جب پانی سر سے گزر جائے اور اصلاح کا کوئی امکان نظر نہ آئے تو خود رسول، اللہ سے فریادی ہوتا ہے کہ ظالموں کا نشان مٹا دیا جائے، اس کی مثال نوح علیہ السلام کی اتمامِ حجت کے بعد قوم کے لیے بد دعا ہے۔

کیا سامان ہے جس کے بل پر مجرمین جلدی مچائے ہوئے ہیں! کیا جب وہ تم پر آہی دھمکے گا، تب اُسے مانو گے ؟۔۔۔ کہا جائے گا کہ اب بچنا چاہتے ہو؟ حالاں کہ تم خود ہی اس کے لیے جلدی مچا رہے تھے! پھر ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشگی کے عذاب کے مزے لو، یہ سب کچھ تمھاری اپنی ہی کمائی ہے، اس عذاب کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جاسکتا ہے؟ اور وہ تم پر بر بنائے عناد نکتہ چینی کرتے ہیں کہ کیا واقعی یہ عذاب کی بات سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو؟ اِن سے کہو کہ ہاں میرے رب کی قسم! یہی بات ہونی ہے، یہ حق ہے اور تم اللہ کو شکست دے کر گرفت سے نہیں نکل سکو گے۔ ....

مفہوم آیات ۵۰ تا ۵۳ ....

اُس عذاب سے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، بچنے کے لیے ہر متنفس جس نے شرک اور زیادتی کی، رُوئے زمین کی ساری دولت بھی فدیہ میں دینے پر آمادہ ہو جائے گا! جب یہ لوگ اُس عذاب کو دیکھ لیں گے تو آج کی اس کی گئی تکذیب پر دل ہی دل میں پچھتائیں گے۔ مگر ان کے درمیان پورے انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، اُن پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔ سن رکھو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ سُن رکھو! اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہے سو ہونا ہے مگر ان منکرین کی اکثریت نہیں جانتی کہ وہی جِلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ .... مفہوم آیات ۵۴ تا ۵۶

اللہ تعالیٰ کتابِ کریم کے اوصافِ حسنہ، جو بندوں کے لیے ضروری ہیں، بیان کر کے اس کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے:

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت نامہ آگیا ہے۔ یہ سینوں کے [ذہنی، فکری اور نفسانی] امراض کے لیے شفا ہے اور یہ اہل ایمان کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ اے نبیؐ، کہو کہ یہ اللہ کے فضل و رحمت کا کیسا برملا اظہار ہے اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ اس دنیاوی مال و متاع سے بہتر ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں۔ ....

مفہوم آیات ۵۷ تا ۵۸ ....

چیزوں کو حرام یا حلال قرار دینا، صرف اللہ کے اختیار میں ہے

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے لیے تحریم اور تحلیل کے جو ضابطے ایجاد کیے تھے، اگلی آیات [۲۸۰] میں اُن پر نکیر کی جا رہی ہے۔

---

۲۸۰ ان آیات کریمہ [۵۹-۶۰] سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کھانے والی تمام اشیا میں اصل چیز حِلّت [اُن کا حلال ہونا] ہے، جب تک کے اس کی حرمت [حرام ہونے] پر شرعی حکم وارد نہ ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ

اے نبیؐ، کہو، لوگو! کبھی تم نے سوچا کہ اللہ نے تمھارے لیے جو رزق اتارا اور پھر اُس میں سے تم نے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال قرار دیا۔ پوچھو، کیا تحلیل و تحریم کی اللہ نے تم کو اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟ جو لوگ اللہ پر افترا پردازی کر رہے ہیں ان کا قیامت [آخرت میں حساب] کے دن کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیا اس افتراء کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا؟ اللہ انسانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ .... مفہوم آیات ۵۹ تا ۶۰

نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ چلنے والے مؤمنین کو یہ یقین دلایا جارہا ہے کہ حق و باطل کی جس کشمکش سے وہ گزر رہے ہیں اور جس طرح سے اُن کے صبر کا امتحان ہو رہا ہے، اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے احوال اور اُن کی حرکات و سکنات کی معمولی سے معمولی تفصیلات تک سے واقف ہے۔

حق و باطل کی کشمکش کا یہ خاصّہ ہے کہ آزمایشوں میں پستے پستے اور صبر پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دن بہ تقاضائے بشری یہ وسوسہ اہلِ ایمان کے دلوں میں جگہ پانے لگتا ہے کہ جس خالقِ کائنات کا علم لے کر کھڑے ہوئے ہیں کہیں وہ ہماری اس کسمپرسی، ناطاقتی اور ناقدری سے بے خبر تو نہیں ہے؟ اور اگر باخبر ہے تو آخر یہ کشمکش اتنی طویل کیوں ہوتی جارہی ہے؟ آخر اللہ کی مدد کے وعدے کب پورے ہوں گے؟ اگلی آیات دراصل اللہ کے دلوں کے حال پر اُس کے علم و مشاہدے کی گرفت کا اظہار ہیں۔ اللہ اپنے نبیؐ اور دینِ حق کا علم اُٹھائے اُس کے ہم راہیوں کو اوّلاً یہ بتارہا ہے کہ وہ تمھاری مشغولیات سے بھی اور تمھارے دلوں کے حال سے بھی واقف ہے اور دوسری چیز اُس کی جانب سے یہ بتائی جارہی ہے، بلکہ خوش خبری دی جارہی ہے کہ دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں کام یابیِ انجام کار مؤمنین ہی کی ہے، پس اُنھیں چاہیے کہ صبر کے ساتھ حق کے غلبے کے لیے اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں اور جان لیں کہ اس دنیا میں اللہ کی سنت، فیصلے اور قوانین بے لاگ ہیں لہٰذا منکرین کا زور، اُن کی زیادتیاں اُنھیں رنجیدہ نہ کریں، تاہم جب وقت آجائے گا، اہلِ ایمان اپنے صبر سے اللہ پر اپنے حق کو ثابت کردیں گے تو اللہ کی مدد وہاں سے آئے گی جس کا کسی کو سان و گمان بھی نہ ہوگا۔

اے ہمارے پیغمبرؐ، تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سنا رہے ہوتے ہو ہم دیکھتے رہتے ہیں، اور اے ایمان والو، اسی طرح تم کو بھی ہر طرح کی مشغولیت میں ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ آسمان اور زمین میں کوئی ذرّہ برابر چیز،

نے اُن لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اُس رزق کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ نے نازل کیا۔

نہ اس ذرّے سے چھوٹی اور نہ ہی بڑی ایسی نہیں ہے جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔ .... مفہوم آیت ۶۱

سُنو! بلاشبہ جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقوٰی کا رویّہ اختیار کیا، وہ اللہ کے دوست ہیں، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے خوش خبری ہے، یہ بڑی کام یابی ہے۔۔ جان لو کہ اللہ کی باتوں [بیان کردہ حقائق، اُس کی سنت، فیصلے اور قوانین] میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اے نبیؐ اِن کی باتیں تجھے رنجیدہ نہ کریں، ساری عزّت اللہ کے لیے ہے، وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ .... مفہوم آیات ۶۲تا۶۵

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اسی کی ملکیت ہے، وہ جیسے چاہتا ہے اپنے احکام کے ذریعے سے اس میں تصرف کرتا ہے۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک، اس کے سامنے مسخر اور اس کے دستِ تدبیر کے تحت ہے۔ تمام مخلوق عبادت کا کچھ بھی استحقاق نہیں رکھتی اور کسی بھی لحاظ سے مخلوق اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں بن سکتی۔ فرمایا:

آگاہ رہو! آسمان کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب اللہ ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں، وہ شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے بلکہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں، صرف خیالی گھوڑے ہی دوڑاتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمھارے لیے پر سکون بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس میں معاش کے لیے جدوجہد کرو۔ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو کُھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت کو سُنتے ہیں۔

یہ منکرین کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ وہ ایسے شرک سے پاک ہے وہ تو بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُس کا ہے۔ کیا تمھارے پاس اس بات [بابت اولاد] کی کوئی دلیل ہے؟؟ کیا تم اللہ کے بارے میں وہ باتیں کہتے ہو جس کا تمھیں عِلم ہی نہیں ہے! اے محمدؐ، کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ ان کے لیے تو بس دنیا کی چند روزہ زندگی میں مزے اٹھانا ہے۔ پھر ہماری طرف اُن کو پلٹنا ہے، پھر ہم اُس کُفر کے بدلے میں جس کا وہ ارتکاب کرتے رہے ہیں ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ .... مفہوم آیات ۶۶تا۷۰

اے نبیؐ! اپنے مخاطبین کو نوح علیہ السلام کی سرگزشت سُناؤ

اے نبیؐ! اِن کو نوحؑ کی سرگزشت سُناؤ، دعوت کا وہ مرحلہ جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم، اگر تمھارے درمیان میرا رہنا اور اللہ کی آیات سے نصیحت کرنا تم پر بہت گراں ہو گیا ہے تو جان لو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے، تم

میرے خلاف ایک منصوبے پر متفق ہو جاؤ اور اپنے شریکوں [معبودوں] کو بھی ساتھ لے لو۔ پھر تمھارے فیصلہ میں کوئی تذبذب باقی نہ رہے اور میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی رعایت نہ دو۔ .... مفہوم آیت ۷۱

سنو، کہ اگر تم میری نصیحت سے منہ موڑتے ہو جو میں محض خیر خواہی کے جذبے سے کسی طرح کے اجر کی طلب سے بے نیاز ہو کر کر رہا ہوں، تو میرا کیا نقصان ہے، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے بنوں۔ .... مفہوم آیت ۷۲

اس ساری تذکیر کے باوجود انھوں نے اُسے جھٹلایا تو ہم نے اُسے اور اُن اہلِ ایمان لوگوں کو جو ہماری ہدایت پر اُس کے ساتھ کشتی میں آ گئے تھے، بچا لیا اور انھی کو زمین کا جانشین بنایا اور اُن سب لوگوں کو غرقِ آب کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ پس اُن کی جانب نگاہِ عبرت ڈالو جنھیں ڈرایا گیا اور نہ مانے، دیکھو کیا انجام ہوا! پھر [زمین کے مختلف خطوں میں آباد نوحؑ اور اُس کے ساتھیوں کی اولاد پر مشتمل] مختلف قوموں کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے اور وہ اُن کے پاس کھُلی کھُلی نشانیاں لے کر آئے، مگر [ہر جگہ ایک ہی ماجرا ہوا کہ ابتداءً ہی لوگوں نے نبیوں کو جھٹلا دیا] پھر وہ لوگ کبھی اس چیز پر ایمان لانے والے نہ بنے جس کو پہلے ایک بار جھٹلا چکے تھے۔ اِس طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے دلوں کو مُہر کر دیا کرتے ہیں۔ .... مفہوم آیت ۷۳ تا ۷۴

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی سر گزشت

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اُس کے اعیانِ سلطنت کی جانب اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا، مگر انھوں نے تکبّر کیا دراصل وہ مجرم لوگ تھے۔ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انھوں نے کہا یہ تو کھُلا ہوا جادو ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ تم کھلے حق کو جادو کہتے ہو جب کہ وہ تم پر عیاں ہو گیا ہے؟ کیا جو میں نے تمھارے سامنے پیش کیا وہ جادُو ہے؟ جادو گر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ .... مفہوم آیات ۷۵ تا ۷۷

انھوں نے موسیٰؑ کی بات کو رد کرتے ہوئے جواب دیا کہ کیا تم اِس لیے آئے ہو کہ ہمیں اُس طریقے سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور پھر زمین میں بڑائی [قیادت و سیادت / حکومت] تُم دونوں کی قائم ہو جائے؟ تم دونوں کی بات تو ہم کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ [موسیٰؑ اور ہارونؑ کو نیچا دکھانے اور ہماری نشانیوں کو ایک مذاق بنانے کے لیے] فرعون نے کہلا بھیجا کہ میرے پاس سارے ماہر جادو گروں کو حاضر کرو۔ جب [طے شدہ مقام اور وقت پر] جادو گر آ گئے تو موسیٰؑ نے اُن سے کہا کہ جو کچھ تمھیں پیش کرنا ہے پیش کرو۔ پھر جب انھوں نے اپنے اَنچھر پھینکے تو موسیٰؑ نے کہا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو، یہ تو جادو ہے، بے شک، اللہ ابھی اسے باطل کیے دیتا ہے، اللہ [حق کے مقابلے میں] فسادیوں کی کارستانیوں

کو پنپنے نہیں دیتا۔ اور اللہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھاتا ہے، خواہ مجرموں کو وہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ مفہوم آیات ۷۸تا۸۲

[جادوگروں سے اس مقابلہ میں حق کی واضح برتری کے باوجود] فرعون کے ڈر سے اور خود اپنے [بنی اسرائیل] بڑوں کے ڈر سے جنھیں خوف تھا کہ فرعون اُن کو فتنے میں مبتلا کرے گا، موسیٰؑ کو اُس کی قوم کے چند نوجوانوں[۲۸۱] کے سوا کسی نے [صدقِ دل سے اپنا واجب الاطاعت قائد] نہ مانا، اور واقعہ یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا اور وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو سرکش ہوتے ہیں اور برائی میں ہر حد کو پار کر جاتے ہیں۔ موسیٰؑ نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین کی: لوگو! اگر تم واقعی

---

۲۸۱ لفظ ذُرِّیَّۃٌ کی تشریح پر تفہیم القرآن سے ایک حاشیہ ملاحظہ فرمائیے:

متن میں لفظ ذُرِّیَّۃٌ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ "نوجوان" کیا ہے۔ مگر دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس پُر خطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علمبردارِ حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جرأت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ان پر مصلحت پرستی اور دنیوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ اُن کو خطرات سے پُر نظر آرہا تھا، بلکہ وہ اُلٹے نوجوانوں ہی کو روکتے رہے کہ موسیٰ کے قریب نہ جاؤ، ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب میں مبتلا ہوگے اور ہم پر بھی آفت لاؤ گے۔

یہ بات خاص طور پر قرآن نے نمایاں کر کے اس لیے پیش کی ہے کہ مکہ کی آبادی میں سے بھی محمد ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے جو لوگ آگے بڑھے تھے وہ قوم کے بڑے بوڑھے اور سن رسیدہ لوگ نہ تھے بلکہ چند باہمت نوجوان ہی تھے۔ وہ ابتدائی مسلمان جو اِن آیات کی نزول کی وقت ساری قوم کی شدید مخالفت کے مقابلے میں صداقتِ اسلامی کی حمایت کر رہے تھے اور ظلم و ستم کے اس طوفان میں جن کے سینے اسلام کے لیے سپر بنے ہوئے تھے، ان میں مصلحت کوش بوڑھا کوئی نہ تھا۔ سب کے سب جوان لوگ ہی تھے۔ علی ابن ابی طالبؓ، جعفر طیّارؓ، زبیرؓ، سعد بنؓ ابی وقاص، مُصعَبؓ بن عُمَیر، عبد اللہؓ بن مسعود جیسے لوگ قبولِ اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف، بلالؓ، صُہَیبؓ کی عمریں ۲۰ سے ۳۰ سال کی درمیان تھیں۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ، زید بن حارثہؓ، عثمان بن عفانؓ اور عمر فاروقؓ ۳۰ سے ۳۵ سال کے درمیان عمر کے تھے۔ ان سے زیادہ سن رسیدہ ابوبکر صدیقؓ تھے اور ان کی عمر بھی ایمان لانے کے وقت ۳۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ابتدائی مسلمانوں میں صرف ایک صحابی کا نام ہمیں ملتا ہے جن کی عمر نبی ﷺ سے زیادہ تھی، یعنی حضرت عبیدہ بن حارثؓ مُطّلبی۔ اور غالباً پورے گروہ میں ایک ہی صحابی حضور کے ہم عمر تھے، یعنی عمّار بن یاسرؓ۔ [تفہیم، سورہ یونس، حاشیہ ۷۸]

اللہ پر ایمان لائے ہو تو اُسی پر بھروسہ کرو اگر تم اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر چکے ہو۔ .... مفہوم آیات ۸۳ تا ۸۴
موسیٰؑ کی قوم نے نصیحت کو قبول کرتے ہوئے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے رب، ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ [ظلم کا نشانہ] نہ بنا اور اپنے رحم و کرم سے ہم کو کافروں [کے ظلم اور اُن کی غلامی] سے نجات دے۔اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں چند مکان مہیّا کرو اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ اور نماز قائم کرو [۲۸۲] اور اہلِ ایمان کو [انجامِ کار کامیابی کی] خوش خبری دے دو۔........ مفہوم آیات ۸۵ تا ۸۷

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اُس کے سرداران سلطنت کی قساوت اور روگردانی کے روّیے کا مشاہدہ کیا ،تو اُن کے لیے بددعا کی اور ہارونؑ نے اِس پر آمین کہی، چناں چہ دیکھیے:

موسیٰؑ نے دعا کی کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے فرعون اور اُس کے اعیانِ سلطنت کو دُنیا کی زندگی میں شان و شوکت اور مال و اسباب سے نواز رکھا ہے۔اے ہمارے رب! کیا اس لیے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے ربّ، ان کے مالوں کو غارت کر اور ان کے دلوں کو یوں بند کر کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ تم دونوں بھائیوں [موسیٰؑ اور ہارونؑ] کی دعا قبول ہوئی، [۲۸۳] ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرو جو [نامساعد حالات میں ثابت قدم رہنے کا] عِلم نہیں رکھتے۔ .... مفہوم آیات ۸۸ تا ۸۹

---

۲۸۲ نماز کے قیام کا سارے انبیاء کی امتوں کو حکم دیا گیا، جب تک حق کے علم بردار اور اقامتِ دین کے داعیوں کے درمیان نماز اپنے پورے حسن کے ساتھ نمو نہیں پائے گی وہ حق کی اقامت کا کام انجام ہی نہیں دے پائیں گے۔

۲۸۳ اس آیتِ کریمہ میں تثنیہ کا صیغہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰؑ دعا کرتے جاتے تھے اور ہارونؑ آمین کہتے جاتے تھے اور وہ شخص جو دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہتا ہے، وہ دعا کرنے والے کی دعا میں شریک ہوتا ہے۔ یہاں ایک بات اور غور کرنے کی ہے کہ فرعون اور اُس کے حامیوں نے حق سے انکار کی حد کر دی، ہر نشانی کو جھٹلا دیا، اللہ کے دونوں نبیوں نے اُن پر حجت تمام کر دی اور جب بھی یہ ایمان نہیں لائے تو اللہ کا اولوالعزم نبی اُنھیں وہ بدترین بددعا دے رہا ہے جو کوئی ایک انسان کسی دوسرے انسان کو دے سکتا ہے، وہ یہ کہ:" وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ یعنی ان کے دلوں کو یوں بند کر کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔" اور دردناک عذاب دیکھنے کے بعد تو ایمان اللہ کی جناب میں قبول ہی نہیں ہوتا! اور غور کرنے کی بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جواب میں کہا کہ تم دونوں کی یہ دعا قبول کر لی گئی!

اور [ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق] ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے تو فرعون اور اُس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی کی غرض سے اُن کا پیچھا کیا.............[بنو اسرائیل کے گزرنے کے لیے سمندر کے بیچوں بیچ جو راہداری بنی تھی فرعون اور اُس کا لشکر بھی اُن کے تعاقب میں اُس راہ داری پر اتر گیا اور سمندر کے دونوں کناروں نے مل کر راہداری کو بند کر دیا] یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو پکار اُٹھا کہ میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے [۲۸۴] اور میں اس کے فرماں برداروں میں بنتا ہوں۔ .... مفہوم آیت ۹۰

فرعون کو جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے ! حالاں کہ اس [ڈوبنے کے لمحے] سے قبل تک تُو نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ آج تو ہم صرف تیرے جسد [لاش] کو ہی کو بچائیں گے تا کہ تُو اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت [۲۸۵] بنے مگر حقیقت یہ ہے کہ انسانوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہی رہتے ہیں۔ [فراعینِ مصر کی غلامی سے نجات دے کر] ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کا ٹھکانا دیا اور اُنھیں نہایت عمدہ وسائلِ زندگی عطا کیے۔ پھر انھوں نے [کسی لاعلمی یا کم علمی کی بنیاد پر] آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر [اپنی نفسانی خواہشات اور مفادات کے تحت] عِلم رکھتے ہوئے کیا [۲۸۶]۔ یقیناً تیرا ربّ قیامت کے روز اُن کے درمیان اُن امور کے بارے میں فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ .... مفہوم آیات ۹۱ تا ۹۳

---

۲۸۴ فرعون کے یہ الفاظ کے میں ایمان لایا اُس معبود پر 'جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے' بہت اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جب جادوگر ایمان لائے تھے تو اُنھوں نے کہا تھا کہ وہ 'موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لائے'۔ معلوم ہوا کہ ایمان جب ہی معتبر ہے جب معبود کا صحیح تصور اور حوالہ موجود ہو۔ بغیر صحیح تصور کے لاالٰہ کی گردان ایک انسان کو اہلِ ایمان میں شامل نہیں کرتی۔

۲۸۵ مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر فرعون کا رعب اور دہشت چھائی ہوئی تھی۔ گویا انھیں فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہیں آرہا تھا اور اس بارے میں انھیں شک تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی لاش کو کسی بلند جگہ پر ڈال دے تا کہ وہ لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے۔

۲۸۶ یہی وہ بیماری ہے، جس سے دینِ صحیح کے پیروکاروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ شیطان جب کُلی طور پر بندوں کو اپنی اطاعت کروانے اور دین ترک کروانے سے عاجز آجاتا ہے، تب وہ اِن کے درمیان اختلافات اُبھارتا ہے جس میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ پھر ایک دوسرے پر گمراہی کے فتوے لگانے سے ایک دوسرے کے خلاف عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور یوں اِن کے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہو جاتے ہیں اور اختلافات کے سبب سے دنیا کے بہت سے امور معدوم ہو جاتے ہیں اور آخرت بھی برباد ہوتی ہے۔

پس اب اگر تجھے اُس ہدایت کے بارے میں کچھ بھی شک ہو جو ہم نے تمھاری طرف اتاری ہے تو اُن لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں۔ بلاشبہ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہی نازل ہوا ہے لہٰذا تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو[۲۸۷]۔ .... مفہوم آیات ۹۴

قبولیت ایمان کے باب میں اللہ کی مشیت اور سنت

اور تم ان لوگوں میں ہر گز شامل نہ ہو جانا جنھوں نے اللہ کی آیات کو جُھٹلایا ہے، ورنہ تُم بھی نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں پر تیرے رب کی بات صادق آگئی ہے [کہ پیہم انکار و بغاوت سے دل بند ہو جاتے ہیں] اُن کے سامنے خواہ کوئی نشانی آجائے [یا ساری ہی نشانیاں آجائیں] وہ کبھی ایمان لا کر نہیں دیتے جب تک کہ دردناک عذاب سامنے آتا نہ دیکھ لیں۔ .... مفہوم آیات ۹۵ تا ۹۷

[اس اصول کو اُن ساری بستیوں پر دیکھا جاسکتا ہے جہاں ہمارے رسول آئے، سوائے] قومِ یونس کے کہ کوئی بستی [عذاب دیکھ کر] ایمان لاتی پھر اُس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوتا؟۔ [البتہ عذاب دیکھ کر یونس کی] قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے اُس پر سے دُنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا [یہ ایک استثنائی معاملہ تھا[۲۸۸]] جس کے بعد ہم نے اُس قوم کو ایک مدّت تک دنیا میں پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ مفہوم آیت ۹۸ اگر تیرے ربّ کی مشیّت ہوتی تو سارے اہلِ زمین ایمان قبول کر لیتے۔ [اب اگر لوگ قبول نہیں کر رہے ہیں تو] پھر کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ

---

۲۸۷ اس آیہ مبارکہ اور اس کے بعد آنے والی اگلی آیت کے ظاہری الفاظ یہ عندیہ دیتے ہیں کہ خطاب نبی ﷺ سے ہے مگر الفاظ کے معانی بہت واضح طور دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو خطاب کر کے مشرکین مکہ کو جو یہود کے علمی مرتبے سے بہت زیادہ مرعوب تھے اور خود یہود کو جو نبی ﷺ کی مخالفت کے لیے اُنھیں علمی کمک مہیا کر رہے تھے، خطاب کیا گیا ہے۔

۲۸۸ یہ ایک استثنائی معاملہ یوں تھا کہ عذاب کے آثار جب ظاہر ہوئے تو اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بستی سے کوچ کرنے کا حکم دیتا، نبی نے بستی کو از خود چھوڑ دیا۔ جب بستی کے لوگوں نے نبی پر ایمان لانا چاہا تو نبی کو اپنے درمیان نہ پایا، یوں بااہتمام و کمال، اتمام حجت نہ ہونے پر عذاب ٹال دیا گیا، اور اس وجہ سے اپنے نبی پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور یونس علیہ السلام کو کچھ وقت مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑا، اور پھر استغفار کرنے پر معافی ملی۔ مشرکینِ مکہ کو یہ بات کہی جارہی ہے کہ ایمان لے آؤ، عذاب دیکھنے کے بعد نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ عذاب ٹلے گا، قومِ یونس علیہ السلام کے معاملے پر بھروسہ نہ کرو، وہ ایک استثنائی معاملہ تھا۔

مومن ہو جائیں؟ کوئی شخص اللہ کی مرضی کے بغیر مومن نہیں ہو سکتا، اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گمراہی کی گندگی ڈال دیتا ہے۔ .... مفہوم آیات ۹۹تا۱۰۰

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں غور کریں اور اس سے مراد یہ ہے کہ تفکر اور عبرت کی نظر سے زمین اور آسمان کو دیکھیں، اِن میں جو کچھ موجود ہے اُس میں تدبر کریں۔

اِن سے کہو کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اُسے دیکھو۔ اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے اُن کو نشانیاں اور ڈراوے [انذار] کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ اب یہ لوگ وہی بُرے دن دیکھنے کے علاوہ اور کسی چیز کے منتظر نہیں ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ دیکھ چکے ہیں؟؟ اِن سے کہو ٹھیک ہے، انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں۔ پھر جب وہ بُرا وقت آتا ہے تو پھر ہم نجات دے دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ایمان لانے والوں کو۔ ہمارا یہی طریقہ ہے۔ ہم پر مومنوں کا یہ حق ہے کہ اُن کو بچا لیں۔ .... مفہوم آیات ۱۰۱تا۱۰۳

دعوت کا خلاصہ

اے نبی! منکرین سے کہیے کہ تمھارے خداؤں کا منکر ہوں

اے نبیؐ! ببانگ دُھل کہو کہ لوگو، اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو سُن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کو نہیں پوجتا [نہ احترام کرتا، نہ دُعائیں مانگتا اور نہ نفع اور نقصان کی اُن سے امیدیں رکھتا اور نہ ہی اُن کے آگے کوئی مراسمِ عبودیت بجالاتا ہوں] جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بلکہ میں اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے بنوں۔ مزید یہ فرمایا گیا ہے کہ میں تُو یک سُو ہو کر اپنے آپ کو ٹھیک اِسی دین [جس کی میں دعوت دیتا ہوں] پر قائم رکھوں اور ہر گز مشرکوں میں سے نہ بنوں۔ .... مفہوم آیات ۱۰۴تا۱۰۵

اور اللہ کو چھوڑ کو کسی ایسی ہستی سے دعا اور التجا نہ کر جو تُجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تُو ایسا کرے گا تو ظالموں [حد سے گزر جانے والے مشرکوں کی مانند لوگوں] میں سے ہو گا۔ اگر اللہ تجھ پر کوئی مصیبت ڈالے تو خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اُس مصیبت کو دور کر سکے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل سے تجھ کو محروم کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے [289]۔ وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے اپنی عطا سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے [290]۔

مفہوم آیات ۱۰۶تا۱۰۷

---

۲۸۹ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر فرض نماز کے بعد اسی مضمون کا ایک ذکر فرماتے تھے، لَا إِلَهَ إِلا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ له له الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وهو على كل شَيْءٍ قَدِيرٌ اللهم لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ

وحی کی پیروی کرو اور اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!

اے محمدؐ، کہہ دو کہ اے لوگو، تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس حق آ چکا ہے۔اب جو راہِ ہدایت اختیار کرے گا اُس کی ہدایت یابی اُسی کے لیے مفید ہے، اور جو بھٹکے گا اُس کا بھٹکنا اُسی کے لیے وبال ہے۔اور میں تمھارے ایمان کا ذمہ دار نہیں ہوں اور اے نبیؐ، تم [مخالفت اور استہزاء سے بے پروا ہو کر] اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تم پر وحی کی جا رہی ہے، اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ .... مفہوم آیات ۱۰۸ تا ۱۰۹

☆☆☆☆☆

وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں نے روایت کیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ساری دنیا میں بہت کم مسلمان اس ذکر کا اہتمام کرتے ہیں اور بہت تھوڑے لوگ جو اس کو کرتے ہیں وہ بھی اس کے معانی سے نا آشنا رہتے ہیں۔ [اس کے معانی ہیں: اے اللہ! اُس چیز سے کوئی محروم نہیں کر سکتا جو تو عطا کرے اور جس چیز سے تو نے محروم رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ چیز کوئی دے نہیں سکتا اور کسی بھی بڑے کی بڑائی تیری بڑائی کے مقابلے میں فائدہ نہیں دیتی۔] معانی کے استحضار کے ساتھ یہ مسنون ذکر ایک مسلم یک سو کو ایمان پر جمنے اور شرک سے محفوظ رہنے کی قوت عطا فرمانے کے ساتھ غیر مسنون اذکار و دعاؤں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

۲۹۰ یہ آیتِ کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبادت کا مستحق ہے، کیوں کہ نفع و نقصان اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی عطا کرتا ہے وہی محروم کرتا ہے۔